ڈاکٹر مختار الدین احمد :

مآثرِ غالب

شفاء الملک حکیم حبیب الرحمن (۱۸۸۱ء - ۱۹۴۷ء) ایک ممتاز مصنف اور اردو کے اچھے انشاء پرداز تھے بنگال ہی نہیں پورے ہندستان میں اپنے علمی ذوق و شوق کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے - ان کی تصانیف میں "مساجدِ ڈھاکہ"، "شعرائے ڈھاکا"، "آسودگانِ ڈھاکا"، "ڈھاکا اب سے پچاس برس پہلے" ایسی کتابیں ہیں کہ بنگال اور خاص طور پر ڈھاکا کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کبھی ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتے - ان کی سب سے اہم تصنیف "ثلاثۂ غسّالہ" ہے جو بنگال کے عربی، فارسی اور اردو مصنفین، شعراء و ادباء، اطباء اور دوسرے مشاہیر کے حالات اور اُن کی تصانیف پر مشتمل ہے، اور جس میں ان کے بارے میں اہم معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے - اس تصنیف پر جو بنگال کے مصنفین کی تصانیف و تحریرات کے لیے بہت قیمتی ذریعہ اطلاع ہے، حکیم صاحب مرحوم نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا تھا - قاضی عبدالودود صاحب نے اپنے رسالۂ معیار کے پہلے شمارے (مارچ ۱۹۳۶ء) میں "عالمِ ادب" کے عنوان کے تحت اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:

> ثلاثۂ غسّالہ : اس نام کی ایک کتاب کشف الظنون کی طرز پر حکیم حبیب الرحمن صاحب لکھ رہے ہیں، اور اب قریب تکمیل ہے - قرینہ ہے کہ انجمنِ ترقیِ اردو کی طرف سے اس سال یا سال آئندہ شائع ہو جائے - اس کتاب کو حکیم صاحب کی ادبی زندگی کا حاصل قرار دیا جائے تو غلط نہ ہو گا، اس لیے کہ اس کی تکمیل میں ان کی زندگی کے بیس پچیس سال صرف ہوئے ہیں ... اس کتاب میں ان تمام کتابوں کا ذکر ہو گا جو تینوں زبانوں میں بنگالی مصنفین نے لکھی ہیں - بیرونی اشخاص نے بھی جو کتابیں زمانۂ قیامِ بنگالہ میں لکھی ہیں، وہ اس میں شامل ہیں"

حکیم حبیب الرحمن مرحوم اپنی زندگی کے آخری زمانے تک اس کی ترتیب و تہذیب اور حذف و اضافہ میں مصروف رہے - وہ مسودے کو مبیضے کی شکل دینے نہ پائے تھے کہ ۱۹۴۷ء میں وفات پا گئے - اس کے تعارف میں ڈھاکا یونیورسٹی کے اساتذہ ڈاکٹر محمد عبداللہ، ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر اور ڈاکٹر ام سلمیٰ کے مضامین شائع ہوئے ہیں - ڈاکٹر عارف نوشاہی نے اس پر ایک مفصل مضمون رسالۂ معارف میں لکھا تھا - انھی نے اپنے مقدمہ و حواشی کے ساتھ اسے مرتب کیا ہے - اسے پروفیسر وحید قریشی اپنے ادارہ بزمِ اقبالؒ کی طرف سے جلد ہی شائع کرنے والے ہیں۔

حکیم حبیب الرحمن مرحوم کے پاس مطبوعات و مخطوطات کا بہت اچھا اور قیمتی ذخیرہ تھا - ان کی اہم کتابوں میں ایک قلمی مجموعۂ خطوط بہت اہمیت رکھتا ہے - یہ بقول حکیم صاحب ، شائق جہانگیر نگری کا مرتب کردہ ہے جو غالبیات کے سلسلے میں بہت اہمیت رکھتا ہے - اس میں علی اکبر خاں کے نام غالب کا ایک فارسی خط ، خاتمۂ گل رعنا کی نا مکمل عبارت ، مثنوی بادِ مخالف کی اوّلین روایت اور غالب کے ۳۲ فارسی خطوط مرزا احمد بیگ تپاں ، خواجہ محمد حسن ، خواجہ فخر اللہ اور ایک نامعلوم الاسم مکتوب الیہ کے نام ہیں - ۸ خطوں کے سوا سارے خطوط غالب نے کلکتے میں لکھے ہیں ، اس طرح ان خطوط کا زمانۂ تحریر بہت حد تک متعین ہو جاتا ہے -

اسی مجموعے میں مرتب یعنی شائق جہانگیر نگری کے فارسی خطوط بھی ہیں جن میں غالب کی فارسی نثر کے تتبع کی کوشش کی گئی ہے-

قاضی عبدالودود کو غالباً حکیم صاحب کے ذریعہ غالب کے ان غیر مطبوعہ خطوط کا علم ۱۹۴۳ء سے پہلے ہو چکا تھا - وہ ایک خط میں جو ۲۵ اگست ۱۹۴۳ء کا تحریر کردہ ہے، شیخ محمد اکرام کو لکھتے ہیں :

" فارسی کے ۳۲ غیر مطبوعہ خطوط ابھی حال میں ملے ہیں - میرے ایک دوست انھیں مرتب کر رہے ہیں - میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں چھپوا دوں گا "

انھی کو وہ یکم اکتوبر کو تحریر کرتے ہیں :

" غالب کے غیر مطبوعہ فارسی خطوط ڈھاکا میں ہیں اور مجھے ان کے دیکھنے کا اب تک اتفاق نہیں ہوا - مکتوب الیہ احمد بیگ خاں تپاں اور مرزا ابوالقاسم ہیں جن کا ذکر آپ کی کتاب میں ہے - یہ خطوط یا تو زمانۂ قیامِ کلکتہ میں لکھے گئے یا کلکتے سے واپسی کے کچھ بعد - خطوط ڈھاکا سے آ جائیں تو کوئی صورت اس کی نکالی جائے گی کہ طباعت سے بیشتر آپ انھیں دیکھ سکیں - خطوط کب تک آئیں گے ، اس کی نسبت فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا ، اتنا علم ہے کہ ترتیب کا کام جاری ہے "

اواخر نومبر ۱۹۴۴ء تک یہ خطوط قاضی صاحب کی نظر سے نہیں گزرے تھے ڈاکٹر شادانی انھیں ۲۶ نومبر کو لکھتے ہیں :

" آپ فرمائیں تو غالب کے خطوط .... روانہ کر دوں تاکہ آپ انھیں دیکھ لیں "

یہ دوست ڈاکٹر عندلیب شادانی صدر شعبۂ فارسی و اردو ، ڈھاکا یونیورسٹی تھے ۔ شادانی صاحب کے نام قاضی صاحب کے کچھ خطوط مجھے مشفق خواجہ صاحب کی مہربانی سے حاصل ہوئے ہیں ۔ ان کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ غالب کے ان خطوط کی ترتیب کے لیے پورے طور پر آمادہ تھے ، انھوں نے کام شروع بھی کر دیا تھا ۔ وہ ۲۰ جون ۱۹۴۴ء کو قاضی صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

" سرسید احمد خاں نے جب آئینِ اکبری کو اڈٹ کیا تو غالب نے فارسی نظم میں اس کا خاتمہ لکھا ۔ اس میں آئینِ اکبری کی تنقیص کی ہے اس لیے سرسید نے یہ نظم آئینِ اکبری کے ساتھ شامل نہیں کی ، غالب کے کلیات میں موجود ہے فرماتے ہیں :

طرزِ تحریرش اگر گوئی خوش است
نے فزوں از ہر چہ می جوئی خوش است

دوسرے مصرعے کا مطلب آپ سمجھتے ہیں ؟ میں تو یہ سمجھا ہوں کہ طرزِ تحریرش ہرچہ می جوئی ازاں (فزوں خوش ، یعنی) خوش تر نیست یعنی اگر تم یہ کہو کہ اس کا طرزِ تحریر اچھا ہے تو کچھ ایسا زیادہ اچھا بھی نہیں ہے ۔ غالب کے ان الفاظ کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے ۔

" انشاء اللہ میں یہ ثابت کروں گا کہ غالب کے فارسی خطوط جہاں تک طرز عبارت کا تعلق ہے سراسر اسی ' مردود ' آئینِ اکبری کا چربہ ہے ۔ فقرہ فقرہ بلکہ لفظ لفظ آئینِ اکبری سے ماخوذ ہے "

ڈاکٹر شادانی ۱۹۴۷ء کے اوائل تک مقدمے میں الجھے رہے ، ۶ جنوری ۱۹۴۷ء کو لکھتے ہیں :

" یونیورسٹی مدتوں بند رہی ، ۳ جنوری کو کھلی ہے ، اس لیے آج کل کام زیادہ ہے خصوصاً اس ہفتے میں ۔ اس کے فارغ ہوتے ہی خطوط غالب کو لوں گا ۔ ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا مقدمہ لکھنے کے لیے میں نے کتنی زحمت کی ہے ۔ دوسری کتابوں کے علاوہ مکتوباتِ بیدل اور تینوں جلدیں آئینِ اکبری کی پڑھیں ، اور ایک ایک لفظ کو غور سے دیکھا ۔ پنج آہنگ کا بھی اسی طرح مطالعہ کیا ، پھر اپنے مطلب کا مواد فراہم کیا ۔ خیر اس کا اندزہ آپ کو مقدمہ دیکھنے کے بعد ہو گا ۔ مواد فراہم ہو چکا ہے ، لکھنا باقی ہے ۔ ان شاء

اللہ ایک ہفتے کے بعد لکھنا شروع کر دوں گا اور جب تک اس کو ختم نہ کر
لوں گا کسی دوسرے کام کو ہاتھ نہ لگاؤں گا - میرا خیال ہے کہ فروری کے ختم
تک یہ کام مکمل ہو جائے گا - آیندہ جو خدا کو منظور ہو -"

وہ کام مکمل نہ کرسکے ، شاید خدا کو یہی منظور تھا - بجاے اس کے کہ وہ خطوط کی تیار کردہ نقل کا حکیم صاحب کے مجموعے سے مقابلہ کرکے متن کی تصحیح کرتے ، خطوط پر حواشی لکھتے اور ایک مختصر سا مقدمہ لکھ کر کتاب کو مرتب کر دیتے وہ بہت تفصیل سے مقدمہ لکھنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے - کچھ ان کی مصروفیات اور ناسازی طبع اس کام کی تکمیل میں مانع رہیں -

اس عرصے میں قاضی صاحب نے ان خطوط کی نقل منگوا لی تھی - ۱۹۴۸ء میں انھوں نے ایک ملاقات میں مجھے یہ نقل شدہ خطوط دکھائے اور شادانی صاحب کی آہستہ روی کا ذکر کیا - میں نے ان سے عرض کیا کہ غالب اور اس کے عہد پر آپ کا مطالعہ ان سے گہرا ہے اور آپ ان خطوط کی ترتیب کا کام زیادہ بہترطور پر اور جلد انجام دے سکتے ہیں - میں نے اسے علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں شائع کرنے کی پیش کش بھی کی - قاضی صاحب نے کچھ دن اور انتظار کیا - اب وہ شادانی صاحب سے کچھ مایوس سے ہو چکے تھے اس لیے وہ خود انھیں مرتب کرنے پر آمادہ ہو گئے کچھ دنوں کے بعد ان کا خط آیا کہ غالب کے ان غیر مطبوعہ خطوط کے ساتھ ان کی دوسری کم یاب تحریرات نثر و نظم جو یہاں وہاں بکھری پڑی ہیں اور کسی مجموعے میں نہیں آئی ہیں ، مرتب کر دینا چاہتا ہوں - میں نے مسرت کا اظہار کیا - انھوں نے غالب کے لکھے ہوئے دیباچے ، تقریظیں ، اشعار وغیرہ پہلے بھیجے ، پھر حواشی ، اس کے بعد غیر مطبوعہ فارسی خطوط ، پھر متعدد قسطوں میں ان پر حواشی - اور دوسرے سب سے آخر میں " عرضِ حال " جس پر ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء کی تاریخ درج تھی - میں نے یہ پورا مجموعہ علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر (۱۹۴۸ء - ۱۹۴۹ء) کے آخر میں بطور ضمیمہ شائع کر دیا - انھوں نے نام آثارِ غالب رکھا تھا اور سرورق پر چھپ بھی گیا تھا - لیکن میری اس اطلاع پر کہ اس نام سے شیخ محمد اکرام کی کتاب شائع ہو گئی ہے (۱) ، نام مآثرِ غالب تجویز ہوا غالب نمبر میں تو اس مجموعے پر یہی نام رہا لیکن ان کی فرمائش پر سو دو سو نسخے جو میں نے ان کے لیے فاضل چھپوائے تھے ان پر دوسرا سرورق مآثر غالب کے نام سے طبع کرایا اور قاضی صاحب کی ہدایت کے بموجب پیشانی پر " سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو صوبۂ بہار " چھپوا دیا - یہ کتاب ستمبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی - نئے سرورق کے چوتھے صفحے پر " التماس " کے عنوان سے قاضی صاحب کی ایک مختصر تحریر بھی چھپی ہے جس میں بعض امور کی تصحیح اور توضیحات ہیں -

غالب کی تحریرات کا یہ نادر مجموعہ آج سے کوئی ۴۵ سال پہلے شائع ہوا تھا ، اس کے نسخے اب بے حد کمیاب ہیں ، پھر اس کی دوبارہ اشاعت نہ ہو سکی ، اس لیے اس کے ضروری کوائف

درج کیے جاتے ہیں :

مآثر غالب ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ سرورق کی پیشانی پر نظیری کا یہ شعر درج ہے :

زندہ دارد مرد را آثار مرد   بوے گل باقیست چوں گردد گلاب

کتاب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے نام معنون کی گئی ہے ۔ قاضی صاحب ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۹ء کے ایک خط میں ڈاکٹر صدیقی کو لکھتے ہیں :

مآثر غالب ایک بہت ہی حقیر تحفہ ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے ۔ مجھے اچھی طرح احساس ہے کہ اس کی ترتیب و تصحیح کماحقہ نہیں ہو سکی اور اس کا آخری حصہ تو ایسا برا چھپا ہے کہ دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے ۔ آپ کا لطف و کرم ان باتوں کو نظر انداز نہ کرتا تو کیا کرتا ؟"

کتاب میں فہرست مضامین کے بعد ایک صفحے کا " عرضِ حال " قاضی صاحب کے قلم سے ہے جس پر تاریخ تحریر ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء درج ہے اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

" آثارِ غالب کا بڑا حصہ یا تو قلمی کتابوں سے لیا گیا ہے یا ایسے مطبوعات سے جو عام دست رس سے باہر ہیں ...... فارسی خطوط حکیم حبیب الرحمن مرحوم کے کتب خانے کے ایک قلمی مجموعے سے ماخوذ ہیں ۔ حکیم صاحب اردو کے اچھے انشاپرداز اور زبردست حامی تھے ۔ علمی خدمات بھی انھوں نے کم نہ کی تھیں ۔ اس کا اندازہ ان کے کارنامۂ حیات ثلاثۂ غسالہ کی اشاعت سے ہو گا ۔

آثار غالب کی ترتیب یا اس کے حواشی کی تحریر میں جناب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی جناب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی ، جناب ڈاکٹر عندلیب شادانی ، جناب عرشی ، جناب مہیش پرشاد ، جناب سید وزیرالحسن عابدی اور جناب مختارالدین احمد آرزو سے مدد ملی ہے ۔ میں ان اصحاب کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں ۔ چھاپے کی نگرانی بھی آرزو صاحب کے سپرد ہے ، اگر وہ اسے صحیح چھپوا سکے تو دُہرے شکریے کے مستحق ہوں گے ۔

آثارِ غالب کی ترتیب بڑی عجلت میں ہوئی ہے ۔ بعض امور کی حسب دلخواہ تحقیق قلت وقت کی وجہ سے نہ ہو سکی ۔ میں ناظرین سے معذرت خواہ ہوں "

مآثر دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ حصۂ اول میں اردو فارسی کی وہ نظم و نثر ہے جو مختلف ماخذوں سے حاصل کی گئی ہے ۔ اس کے مندرجات یہ ہیں :

" اردو نثر " کے عنوان کے تحت دیباچۂ لطائفِ غیبی ، دیباچۂ تیغِ تیز ، ایک استفتاء جو تیغ تیز کے آخر میں ہے ، مکتوباتِ اردو بنام میر ولایت علی مہتمم مطبع عظیم المطابع عظیم آباد مکتوبہ ۱۸۶۵ء (اس کا لفافہ کتب خانۂ خدا بخش میں محفوظ ہے اصل خط کا اب تک پتا نہیں چل سکا) - دو فارسی شعروں کے مطالب (جو کلیات فارسی مکتوبہ ۱۲۵۴ ھ مخزونہ کتب خانۂ خدا بخش کے حاشیے پر غالب کے قلم سے لکھے ہوئے ملتے ہیں) اردو نظم کے تحت اشتہار پنج آہنگ (منظوم) جو غلام نجف خاں کے نام اسعدالاخبار آگرہ میں چھپا تھااور قریب بہ یقین ہے کہ غالب کا لکھا ہوا ہے ، غزل اردو :

اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں ہے حیا مانعِ اظہار کہوں یا نہ کہوں

(ماخوذ از دیوان الہٰی بخش خاں معروف (متوفی ۱۲۴۳ ھ) ہجو سعادت علی ماخوذ از لطائف غیبی ، فردیات :

بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی

کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پاؤں

مروجہ دیوان میں اس قافیہ و ردیف میں ایک غزل ہے مگر یہ شعر نہیں - دیوانِ غالب کے ایک قلمی نسخہ مملوکۂ راقم اور دیوانِ اردو اشاعتِ ثانی میں یہ شعر ملتا ہے جسے غالب نے ظاہراً پست سمجھ کر تیسری اشاعت سے خارج کرایا تھا - ماخوذ از تذکرۂ سراپا سخن مؤلفہ محسن لکھنوی -

فردیات میں دوسرا حسب ذیل شعر درج ہوا ہے -

کوئی اس کا جواب دو صاحب سائلوں کا ثواب لو صاحب

غالب کا یہ شعر لطائفِ غیبی سے نقل کیا گیا ہے -

فارسی نثر کے تحت تقریظِ قاطعِ برہان (K ۷۸) ، تقریظِ سفرنگِ دساتیر مصنفۂ محمد نجف علی خاں جھجری (متوفی ۱۲۹۸ ھ) اور فارسی نظم کے تحت نامۂ منظوم بنام جواہر سنگھ جوہر (ماخوذ از کلیاتِ غالب فارسی مکتوبہ ۱۲۵۴ ھ مخزونۂ کتب خانۂ خدا بخش) تین معمے جو کلیات مخزونۂ کتب خانۂ خدا بخش کے دونوں نسخوں میں ملتے ہیں ، ایک رباعی : " نام اب و جد و عم نہ گیرند ایں قوم " کسی کی ہجو میں ہے ، سبدِ چیں اشاعت اول سے ماخوذ ، چوتھا مصراع فحش ہے اس لیے مالک رام صاحب کی مرتب کردہ اشاعت سے خارج ہے - فردیات میں دو شعر درج ہیں -پہلا شعر لطائفِ غیبی کے سرورق سے لیا گیا ہے ، یقین ہے کہ غالب کا ہو - دوسرا شعر تذکرۂ مشاہیر کاکوری مصنفہ حافظ محمد علی حیدر (طبع ۱۹۲۷) سے ماخوذ ہے غالب کی پنج آہنگ کے جواب میں امیر حسن خاں بسمل (متوفی ۱۲۶۳ ھ) نے پنج گلشن تصنیف کی تھی - قاضی صاحب نے حواشی میں لکھا ہے کہ "عجب نہیں کہ مصنف تذکرۂ مشاہیرِ کاکوری کا مأخذ یہی کتاب ہو - یہ کتاب جس کا سال تالیف

۱۲۶۴ھ ہے ، مدتوں سے مفقود ہے -

مآثرِ غالب حصۂ دوم میں وہ فارسی کے خطوط ہیں جو کتب خانۂ حکیم حبیب الرحمن کے ایک مجموعے سے (جو ظاہراً شائق جہانگیر نگری کا مرتب کردہ ہے) لیے گئے ہیں - یہ تعداد میں ۳۲ ہیں ۳۳ نہیں جیسا کہ قاضی صاحب نے شیخ محمد اکرام کے نام ایک خط میں سہواً لکھا ہے - غالب کے یہ خطوط مرزا احمد بیگ تپاں دہلوی (متوفی مارچ ۱۸۳۲ء) ، فیض الدین حیدر عرف حیدر جان شائق جہانگیر نگری (وفات بعد از ۱۲۷۸ھ) ، خواجہ محمد حسن ، خواجہ فخر اللہ اور ایک نا معلوم الاسم مکتوب الیہ کے نام ہیں - قاضی صاحب نے شیخ اکرام صاحب کے نام ایک خط میں جو یہ لکھا ہے کہ ان خطوط کے مکتوب الیہم " احمد بیگ خاں تپاں اور مرزا ابوالقاسم ہیں جن کا ذکر آپ کی کتاب میں ہے " تو اس وقت تک انھیں ان خطوط کے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا تھا ان کی اطلاع کے مآخذ حکیم حبیب الرحمن اور ڈاکٹر عندلیب شادانی کے خطوط تھے - ابوالقاسم خاں کے نام مرزا کا کوئی خط نہیں ، ایک خط میں ان کا نام آیا ہے - ہاں ان کے نام مرزا کے اکیس خطوط متفرقاتِ غالب (رام پور ۱۹۴۷ء) مرتبہ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب میں موجود ہیں -

شائق کے مرتب کردہ اس مجموعے میں کچھ تحریرات اور بھی تھیں جنھیں قاضی صاحب نے درخور اعتناء نہیں سمجھا ، وہ یہ ہیں : علی اکبر خاں کے نام غالب کا ایک فارسی خط (یہ پنج آہنگ میں موجود ہے) ، خاتمۂ گل رعنا کی نا مکمل عبارت (اس کا مکمل متن کلیاتِ نثر میں دیکھا جا سکتا ہے) اور مثنوی بادِ مخالف کی اولین روایت - اس کی اہمیت کے پیشِ نظر قاضی صاحب نے اس کا مکمل متن پروفیسر آصف اصغر فیضی کے مرتب کردہ اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن مسیلنی جلد اول میں شائع کر دیا تھا - مآثرِ غالب میں ان کی تین تحریراتِ نثر و نظم کے عدم شمول کی وجہ ظاہر ہے-

مآثرِ غالب میں غالب کی تحریراتِ نظم و نثر تیس صفحات میں آئی ہیں - ان پر قاضی صاحب نے نہایت مفید اور بہت قیمتی حواشی تحریر کیے ہیں - غالب کی تحریرات نظم و نثر کے ہر حصے کے متعلق ایسے بیش قیمت معلومات انھوں نے پیش کیے ہیں کہ تقریباً نصف صدی گزرنے کے بعد بھی ان پر اضافہ مشکل نظر آتا ہے -

مآثرِ غالب حصہ اول کے حواشی میں لطائف غیبی ، سیاح ، تیغ تیز ، آغا احمد علی ، مرزا رحیم بیگ مصنف ساطعِ برہان ، امین الدین امین دہلوی مصنف قاطعِ القاطع ، میر ولایت علی عظیم آبادی غلام نجف خاں ، الٰہی بخش معروف ، میر سعادت علی ، قاطع برہان ، سفرنگ دساتیر مصنفۂ محمد نجف علی خان ، جواہر سنگھ جوہر ، رائے چھجمل ، امیر حسن خاں بسمل ، اور دوسرے اصحاب پر بہت اچھے معلومات پیش کیے ہیں-

حصۂ دوم ، یعنی غالب کے فارسی خطوط کے حواشی چار فصلوں پر منقسم ہیں - پہلی فصل

میں مکتوب الیہم مرزا احمد بیگ تپاں ، فیض الدین حیدر شائق ، اور خواجہ محمد حسن کے حالات جو ممکن الحصول مصادر سے حاصل ہو سکے ہیں ، لکھے گئے ہیں -

دوسری فصل میں قاضی صاحب نے غالب کے خطوط میں جن اصحاب کا ذکر آیا ہے ان میں انھوں نے سراج الدین احمد، مرزا ابوالقاسم دہلوی ، مرزا اکبر بیگ ، مرزا افضل بیگ ، نواب علی اکبر خاں یکتا ، محمد علی بن مرزا احمد بیگ تپاں دہلوی ، نواب حسام الدین حیدر خاں نامی اور محمد محسن کا تعارف کرایا ہے - جن اصحاب کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا اس کی انھوں نے صراحت کر دی ہے - مثلاً خواجہ مستقیم ، نواب مہدی علی خاں بہادر ، راؤ شیو راو کے متعلق انھوں نے لکھ دیا کہ یہ پتا نہ چل سکا کہ یہ کون لوگ ہیں - سیّد عالم علی خاں کے متعلق انھوں نے لکھا ہے کہ عجلت میں ٹھیک پتا نہ چل سکا کہ کون ہیں - ظاہراً میر عالم بہادر (ممدوح مرزا علی لطف) کے اخلاف سے تھے - اسی طرح رحم علی خاں اور جانو کے بارے انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ ظاہراً یہ دونوں تپاں کے ملازم تھے -

تیسری فصل میں قاضی صاحب نے غالب کے ان مکتوب الیہم کا پتا چلانے کی کوشش کی ہے جن کے ناموں کی خطوط میں صراحت نہیں ملتی - ساتھ ہی ساتھ ان خطوط کا زمانۂ تحریر متعین کرنے کی کوشش بھی کی ہے - خط کا مکتوب الیہ اور زمانۂ تحریر نہ ہونے یا غیر یقینی ہونے کی شکل میں انھوں نے علامتِ استفہام لگادی ہے جیسے :

خط ۲ : تپاں ؟ زمانہ ؟

خط ۸ : تپاں ؟ زمانہ ؟

خط ۲۸ : تپاں ؟ زمانہ ؟

یعنی نہ مکتوب الیہ کا نام معلوم ہو سکا اور نہ تاریخ تحریر ، لیکن میرا قیاس ہے کہ یہ خطوط تپاں کے نام ہیں -

کچھ دوسرے مندرجات اس قسم کے ہیں

خط ۵ اس زمانے کا ہے جب غالب کلکتے میں تازہ وارد تھے -

خط ۱۱ تپاں ؟ ورودِ کلکتہ کے چند ماہ بعد کا ہے جب غالب کو ہدایت کی جا چکی تھی کہ اپنا مقدمہ دہلی میں پیش کریں - رزیڈنٹ دہلی کے حالات اسی غرض سے معلوم کرنا چاہتے ہیں

خط ۱۰ خواجہ محمد حسن - خط ۱۶ اور خط ۱۵ کا زمانۂ تحریر ایک معلوم ہوتا ہے -

خط ۱۷ تپاں ؟ یہ خط ظاہرا اس زمانے کا ہے جب غالب کلکتے میں پابہ رکاب ہیں -

- خط ۱۲، ۱۴ خواجہ محمد حسن ؟ میری رائے میں دونوں خط ۱۰ رمضان ۱۲۴۸ھ کے لگ بھگ لکھے گئے ہیں ۔
- خط ۲۱ تپاں ؟ اپنے ملازمین کی کلکتہ و اہل کلکتہ سے ناواقفیت کا ذکر کیا ہے ۔ ظاہراً اس زمانے کا ہے جب کلکتے میں وہ تازہ وارد تھے ۔
- خط ۲۲ تپاں ؟ غالباً مرزا افضل بیگ کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے ۔
- خط ۲۴ تپاں یہ خط ادبی نزاع کے آغاز کے بعد کا ہے ۔ شوال ۱۲۴۳ھ یا اس کے کچھ بعد لکھا گیا ہو گا ۔
- خط ۲۷ تپاں ؟ تاریخ تحریر ۴ دسمبر ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۱ء ہو گی ، مؤخرالذکر زیادہ قرین قیاس ہے ۔

متفرقاتِ غالب مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب ص ۶۴ ، خط ۲۰ بنام تپاں سے قاضی صاحب نے مآثرِ غالب خط ۲۷ کی تاریخِ تحریر متعین کرنے کی کوشش کی ہے ۔

اس طرح ۳۲ خطوط پر مختصر حواشی ان خطوط کے مکتوب الیہوں اور زمانۂ تحریر پر انھوں نے سپرد قلم کیے ہیں لیکن مختصر الفاظ اور اپنے مخصوص انداز تحریر میں ، جس کی اردو دنیا عام طور پر عادی نہیں ۔

چوتھی فصل میں خطوط کے متعلق بعض توجہ طلب امور سلسلہ وار درج کیے گئے ہیں ۔ یہاں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ ہو کہ یہ کس توجہ اور محنت سے لکھے گئے ہیں :

۱۔ حکیم صاحب ، ممکن ہے کہ حکیم سید احمد علی خاں ہوں ۔ استشعار ۔ کے معنی استفسار نہیں ، کاتب یا غالب کی غلطی ہے ۔ " سر قدم " کے بعد ساختن کاتب سے چھوٹ گیا ہے ۔ سہویت کی جگہ سہولت ہونا چاہیے ۔مکتوب الیہ سے قرض مانگا ہے ، مدعا یہ ہے کہ رقم مطلوبہ یک مشت مل جائے ۔

۲۔ دعوتِ شادی ، ہندستانی فارسی ہے ، گو یہ ممکن ہے کہ ان ایرانیوں نے بھی جو ہند آئے ہیں لفظ " شادی " کو اس طرح استعمال کیا ہو ۔ مہدی باغ ..... پہلے اس محلے کو کہتے تھے جو رپن اسٹریٹ اور ایسٹ روڈ کے درمیان واقع ہے اس محلے میں پہلے سربرآوردہ مسلمان شرفا رہتے تھے ۔ اس کے قریب اب تک آغا مہدی اسٹریٹ موجود ہے ۔ " ن " (حکیم حبیب الرحمن کے کتب خانے کا مجموعۂ خطوطِ فارسی جس سے آثارِ غالب میں فارسی خطوط لیے گئے ہیں) میں " پیچتاب " ہے غالب نے پیچ و تاب لکھا ہو گا ۔

۳۔ شبِ شادیِ نورچشم ، ہندستانی فارسی ہے ۔ بے خبر برخاستم : سے [غالب نے] یہ معنی لیے ہیں کہ کسی کو خبر کیے بغیر اٹھ گیا ۔ اس کے بعد کا جملہ اس سے میل نہیں کھاتا ۔

۴- جام جہاں نما کلکتے کا اخبار تھا اس کے متعلق ایک مقالہ (ہندستانی الہ آباد) میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے تحریر فرمایا ہے - اس خط سے ثابت ہے کہ گل رعنا کی ترتیب کلکتے ہی میں ہو گئی تھی -

۱۶- اس خط سے ظاہر ہے کہ غالب حیدرآباد یا کسی اور ریاست سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں سیّد عالم و قبلۂ اہلِ عالم سے ظاہراً نواب سیّد عالم علی خاں مراد ہیں - صنعت تعطیل میں جس نثر کا ذکر ہے وہی ہو گی جو معتمد الدولہ کی مدح میں لکھی گئی ہیں اور پنج [آہنگ] میں موجود ہے ص ۳۲

۱۷- اس سے ظاہر ہے کہ جوانی میں شب کا کھانا نہ کھاتے تھے - یہ بات نئی ہے کہ اتوار کے دن اکلِ لحم سے پرہیز کرتے تھے یہ پتا نہیں کہ یہ عارضی بات تھی یا ہمیشہ کا دستور تھا - اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالب دو شنبے کے دن کلکتے سے رخصت ہونے والے تھے

۱۹- برجو تالاب ، یہ تالاب اب تک موجود ہے - کلکتہ کلب اور سینٹ پال کیتھڈرل کے درمیان واقع ہے -

۲۱- ایک کہار اور دو خدمت گار ظاہراً دہلی سے ساتھ گئے تھے - کودک کہار ان کے علاوہ معلوم ہوتا ہے -

۲۳- تپاں ، غالباً غالب کے خطوط اپنی بیاض میں نقل کر لیا کرتے تھے ، جس خط کو ضائع کرنے اور اپنی بیاض میں نقل کرنے کی ہدایت کی ہے وہ خط ۲۴ تو نہیں ؟

۲۴- یہ خط مجموعۂ ڈھاکا کے تمام خطوں میں سب سے زیادہ اہم ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین غالب نے غالب پر اپنے اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا گو اس کا پتا نہیں چلتا کہ یہ اعتراضات کسی اخبار میں یا رسالے کے طور پر چھپے بھی تھے یا نہیں - جن اشعار پر اعتراض ہوئے ہیں وہ کلیات میں موجود ہیں (ص ۳۹۸ ، ص ۴۰۴) اور اسی طرح ہیں جس طرح غالب نے بیان کیا ہے - اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں وجود ذال سے متعلق غالب کے جس مسلک کا قاطع (برہان) سے علم ہوتا ہے وہ بہت قدیم ہے - ۱۲۴۳ھ میں بھی ان کا وہی عقیدہ تھا جو ۱۲۷۶ھ میں تھا غالب کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ چوں کہ وہ اس سے واقف ہیں کہ اور لوگ پذیرفتن وغیرہ کو ذال سے لکھتے ہیں ز سے لکھنا املا کی غلطی نہیں - غلطی کی یا زائد ہے - غالب نے اردو میں بھی لکھا ہے :

" غلطی ہاے مضامیں مت پوچھ " میں فی الحال میں یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ ایرانیوں نے غلط کو یاے زائدہ کے ساتھ استعمال کیا ہے یا نہیں -

۲۵- خط ۱۷ میں دو شنبے کے دن کلکتے سے روانگی کا ذکر کیا تھا ، اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پنج شنبے کو کلکتے سے رخصت ہونے والے تھے -

۳۰۔ شملہ بازار ۔ خود غالب نے لکھا ہے کہ چیت بازار کے قریب ہے (پنج ص ۲۰) ۔ غالب [از غلام رسول مہر] میں ہے کہ شملہ بازار چیت پور روڈ کے اس حصے میں تھا جو بعد کو گینڈا تالاب کے نام سے مشہور ہوا ۔ (ص ۱۰۸)

آواز [سگاں کم نہ کند رزقِ] گدا را :

سنا ہوا مصرع ہے ، مگر اس وقت یاد نہیں آتا کہ کس کا ہے ۔ اس خط سے بھی ادبی نزاع پر روشنی پڑتی ہے ۔ "

ساری عبارتیں قاضی صاحب کے قلم کی ہیں ، میں نے کہیں کہیں اختصار کے پیش نظر حذف کر دی ہیں اور بعض مقامات پر صراحت کے لیے قلابین میں کچھ اضافہ کر دیا ہے ۔

قاضی صاحب نہ مآثرِ غالب کی طباعت سے خوش تھے نہ اپنی تحقیقات سے مطمئن ۔ وہ برسوں بعد تک اور امور کے علاوہ متون کے بعض کلمات کے متعلق غور کرتے رہے ۔ جناب نظیر صدیقی کے نام قاضی صاحب کے کچھ خطوط کے عکس جناب مشفق خواجہ کی عنایت سے حاصل ہوئے ہیں ۔ صدیقی صاحب اس زمانے میں ڈھاکا میں مقیم تھے اور ڈاکٹر عندلیب شادانی سے بہت قریب ۔ قاضی صاحب انھیں ایک خط میں لکھتے ہیں :

> " غالب کے خطوط فارسی کا ایک مجموعہ ڈاکٹر شادانی کے پاس ہے ، یہ خطوط آثارِ غالب (مآثرِ غالب) میں شامل ہیں جو غالب نمبر علی گڑھ میگزین کا ایک جزو ہے ۔ غالب نمبر بھی ڈاکٹر صاحب کے پاس ہے ۔ آپ بہ راہِ کرم اسے دیکھ کر سوالات ذیل کا جواب دیں ۔
>
> ۱ ۔ ص ۱۵ سطر ۵ غالب نمبر " زیست افتادہ " یہ کیا ہے ؟
>
> ۲ ۔ ص ۱۵ سطر ۵ روز کلبہ ، یا روز بہ کلبہ ؟
>
> ۳ ۔ ص ۱۶ سطر ۹ گردیدہ بادا ، یا گردیدہ باد ؟
>
> ۴ ۔ ص ۱۷ سطر ۹ برشعشا ؟
>
> ۵ ۔ ص ۲۸ خط ۳۱ کے حاشیے پر حکیم حبیب الرحمن کے ہاتھ کی جو عبارت ہو نقل کی جائے ۔
>
> ۶ ۔ میں نے ۳۲ خط دیے ہیں ، یہ بتائیے کہ میں نے جو ہندسے آغاز خطوط میں دیے ہیں وہی ہیں جو ڈھاکا کے مجموعے میں ہیں یا مختلف ہیں ۔ جواب اس طرح دیجیے کہ سمجھ میں بہ آسانی آ جائے ۔

یہ معاملہ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر شادانی کی اعانت کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ اگر وہ کاہلی سے کام لیں یا آپ کو دقت نہ ہو تو مجھے اس کی اطلاع دیجیے کہ میں انتظار کروں ۔ جہاں تک جلد ہو، لکھیے

یہ مزید احسان مندی کا باعث ہو گا " (مکتوب مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء)

انھی کو ۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء کو تحریر فرماتے ہیں :

" غالب کے خطوط کا جو مجموعہ ڈاکٹر شادانی کے پاس ہے اس کے متعلق ایک اور [بات] دریافت طلب ہے - خط ۲۴ کے آخر میں ذال کی بحث ہے - اس میں یہ عبارت ہے : غلطی املا وقتے بیتواں گفت کو " دانا بداں نباشد " نشان زدہ عبارت ٹھیک اسی طرح ہے یا کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے ؟ "

قاضی صاحب مآثرِ غالب تصحیح اوراضافے کے بعد دوبارہ شائع کرنا چاہتے تھے ، لیکن اپنی دوسری مصروفیات اور پھر طویل علالت کی وجہ سے یہ کام نہ کر سکے - ان کی وفات کے بعد مجھے اس کتاب کی نایابی کی وجہ سے دوبارہ چھپوانے کا خیال ہوا - اسے جوں کا توں شائع کرنا مناسب نہیں سمجھا (حالانکہ اس کی بھی اہمیت ہے) خیال ہوا کہ کسی طرح ڈھاکا کے مجموعے تک رسائی ہو جائے تو ممکن ہے متن کی بعض تصحیفات و تحریفات کی اصلاح ہو جائے ، لیکن متعدد احباب کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی کامیابی نہیں ہو سکی - یہ ضروری اس لیے ہے کہ ہمارے سامنے غالب کے اصل خطوط تو کجا نقل در نقل بھی موجود نہیں - غالب نے خطوط لکھے ، شائق نے انھیں ایک مجموعے کی شکل میں محفوظ رکھا - یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ڈھاکے کا مجموعۂ خطوط خود شائق کا نقل کردہ ہے یا انھوں نے اسے کسی اور سے لکھوایا ہے -ڈاکٹر عندلیب شادانی یہ خطوط مرتب کرتے تو ان کے سامنے شائق کا مجموعہ ہوتا جس سے وہ استفادہ کر سکتے - قاضی صاحب کے سامنے تو وہ بھی نہیں ، انھیں حکیم صاحب سے کسی متصدی کے ہاتھ کی نقل ملی تھی ، یہ بھی ثابت نہیں کہ حکیم صاحب نے یا ڈاکٹر شادانی نے نقل کا اصل سے مقابلہ کرکے بھیجا ہو - اس طرح نقل در نقل میں غلطیوں کے در آنے کا خاص امکان ہے -

میں نے دو تین سال ہوئے ڈھاکے کا ایک سفر بھی کیا جس کا بڑا مقصد اس مجموعے کا عکس حاصل کرنا تھا ، لیکن تلاش و جستجو کے بعد بھی یہ مجموعہ مل نہ سکا - ڈھاکا یونیورسٹی لائبریری میں یہ موجود نہیں - حکیم صاحب کے کتب خانے کی کتابیں منتشر ہو گئیں ، کچھ ڈھاکا کی لائبریری میں آگئیں ، کچھ کراچی اور دوسرے مقامات پر پہنچ گئیں - اس کا امکان ہے کہ یہ نسخہ ڈاکٹر شادانی کے پاس رہ گیا ہو (۱۰ ستمبر ۱۹۵۲ء تک تو ان کے پاس رہنے کا ثبوت ہے) اور ان کی وفات کے بعد ان کے ذخیرۂ کتب کے ساتھ کہیں منتقل ہو گیا ہو .بہرحال مآثرِ غالب کے مندرجات اور قاضی صاحب کے حواشی کی وجہ سے اس کی بہت اہمیت ہے اور میں اس کی اشاعت سے غافل نہیں ہوں -

ڈاکٹر گیان چند نے قاضی صاحب کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے :

۴- جامِ جہاں نما کلکتے کا اخبار تھا اس کے متعلق ایک مقالہ (ہندستانی الہ آباد) میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے تحریر فرمایا ہے - اس خط سے ثابت ہے کہ گل رعنا کی ترتیب کلکتے ہی میں ہو گئی تھی -

۱۶- اس خط سے ظاہر ہے کہ غالب حیدرآباد یا کسی اور ریاست سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں سیّد عالم و قبلۂ اہلِ عالم سے ظاہراً نواب سیّد عالم علی خاں مراد ہیں - صنعت ۔۔۔ میں جس نثر کا ذکر ہے وہی ہو گی جو معتمد الدولہ کی مدح میں لکھی گئی ہیں اور پنج [آہنگ] میں موجود ہے ص ۳۲

۱۷- اس سے ظاہر ہے کہ جوانی میں شب کا کھانا نہ کھاتے تھے - یہ بات نئی ہے کہ اتوار کے دن اکلِ لحم سے پرہیز کرتے تھے یہ پتا نہیں کہ یہ عارضی بات تھی یا ہمیشہ کا دستور تھا - اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالب دو شنبے کے دن کلکتے سے رخصت ہونے والے تھے

۱۹- برجو تالاب ، یہ تالاب اب تک موجود ہے - کلکتہ کلب اور سینٹ پال کیتھڈرل کے درمیان واقع ہے -

۲۱- ایک کہار اور دو خدمت گار ظاہراً دہلی سے ساتھ گئے تھے - کودک کہار ان کے علاوہ معلوم ہوتا ہے -

۲۳- تپاں ، غالباً غالب کے خطوط اپنی بیاض میں نقل کر لیا کرتے تھے ، جس خط کو ضائع کرنے اور اپنی بیاض میں نقل کرنے کی ہدایت کی ہے وہ خط ۲۴ تو نہیں ؟

۲۴- یہ خط مجموعۂ ڈھاکا کے تمام خطوں میں سب سے زیادہ اہم ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین غالب نے غالب پر اپنے اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا گو اس کا پتا نہیں چلتا کہ یہ اعتراضات کسی اخبار میں یا رسالے کے طور پر چھپے بھی تھے یا نہیں - جن اشعار پر اعتراض ہوئے ہیں وہ کلیات میں موجود ہیں (ص ۳۹۸ ، ص ۴۰۴) اور اسی طرح ہیں جس طرح غالب نے بیان کیا ہے - اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں وجود ذال سے متعلق غالب کے جس مسلک کا قاطع (برہان) سے علم ہوتا ہے وہ بہت قدیم ہے - ۱۲۴۳ھ میں بھی ان کا وہی عقیدہ تھا جو ۱۲۷۶ھ میں تھا غالب کا یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ چوں کہ وہ اس سے واقف ہیں کہ اور لوگ پذیرفتن وغیرہ کو ذال سے لکھتے ہیں ز سے لکھنا املا کی غلطی نہیں - غلطی کی یا زائد ہے - غالب نے اردو میں بھی لکھا ہے :

" غلطی ہاے مضامیں مت پوچھ " میں فی الحال میں یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ ایرانیوں نے غلط کو یاے زائدہ کے ساتھ استعمال کیا ہے یا نہیں -

۲۵- خط ۱۷ میں دو شنبے کے دن کلکتے سے روانگی کا ذکر کیا تھا ، اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پنج شنبے کو کلکتے سے رخصت ہونے والے تھے -